انگریزی اور تعلیم

''انگریزی زبان اور ہماری تعلیمی پالیسی'' (اپریل ۹۵) کے مطالعے سے جو تاثر میرے ذہن پر طاری ہوا، مختصر طور پر اس کو قلم بند کر کے پیش کر رہا ہوں۔

برصغیر میں ''مملکت آصفیہ'' مشرقی علوم و افکار اور تہذیب و تمدن میں ڈھلی ہوئی واحد ریاست تھی۔ یہاں اردو سے قبل فارسی کا چلن تھا۔ بعد میں اردو زبان کو ریاست کی سرکاری زبان بنا دیا گیا۔ اس مملکت کے آخری تاجدار نواب میر عثمان علی خاں، برطانوی ہند میں مکمل مشرقی روایات و خصوصیات کے حامل حکمران تھے۔ انگریز اقتدار میں بھی انھوں نے اپنی ریاست میں مشرقیت کو فروغ دیا۔ وہ خود انگریزی زبان پر مکمل عبور رکھنے کے باوجود حتی الامکان فارسی و اردو زبان میں اظہار خیال کیا کرتے تھے۔ اپنے دورِ زرّیں میں انھوں نے اپنے ایک فرمان کے ذریعے اردو زبان کی ایک یونی ورسٹی کے قیام کا اعلان کیا۔ چنانچہ مملکت آصفیہ میں تحتانیہ سے لے کر تمام اعلیٰ مدارج تک اردو زبان ہی ذریعہ تعلیم تھی۔ اس مملکت کی تباہی کے پندرہ بیس برس بعد بھی یہی نظام تعلیم رائج رہا۔ اور خاص بات یہ تھی کہ اردو ذریعہ تعلیم کے باوجود انگریزی کا معیار کبھی کم نہ ہوا۔ اس زمانے کا میٹرک کا طالب علم اس دور کے انگلش میڈیم کے گریجویٹ سے زیادہ بہتر انگریزی پڑھ لکھ سکتا تھا۔ عہد آصفی میں نرسری اور کنڈر گارٹن کا رواج عام نہ تھا۔ عموماً پانچ یا چھ سال کی عمر میں بچوں کو مدرسہ تحتانیہ داخل کیا جاتا تھا اور تیسری جماعت سے انگریزی زبان کو بحیثیت مضمون شامل کیا جاتا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اس مملکت میں انگریزی کے مسیحی مشن اسکول جگہ جگہ قائم ہو چکے تھے لیکن طلبہ کی بڑی تعداد اردو میڈیم کے مدارس میں نہایت معمولی فیس پر شریک ہو کر تعلیم کی تکمیل کیا کرتی تھی۔ ریاست کی سرکاری زبان اردو تھی لیکن ان مدارس کے فارغ التحصیل نوجوان اردو اور انگریزی نوشت و خواند میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ اس کی بڑی وجہ محکمہ تعلیم کا بے مثال نظم و نسق تھا۔ تعلیم نسواں کا انتظام اس درجہ اعلیٰ و ارفع تھا کہ آج کے کسی بھی مسلم ملک میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اردو ذریعہ تعلیم کے مدارس میں ریاضی، سائنس اور آرٹس کے تمام مضامین کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ اساتذہ کا معیار تعلیم اور اخلاقی درجہ بہت بلند ہوا کرتا تھا۔

ہندستان آزاد ہوا' پاکستان بنا پھر بنگلہ دیش بھی وجود میں آگیا لیکن اہل مشرق کے لیے وجہ افتخار جو تعلیمی تجربہ مملکت آصفیہ میں کیا گیا تھا' وہ دور آزادی و جمہوریت میں فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جامعہ عثمانیہ سے اردو ذریعہ تعلیم کو ختم کر کے انگریزی زبان کو نافذ کر دیا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ نئی نسل انگریزی تعلیم و تہذیب میں پل کر جواں ہو چکی تھی۔ آزادی تو ملی مگر قلب و نظر کی تبدیلی کے بعد ملی۔ اس موقع پر جگر مراد آبادی مرحوم کا ایک عاشقانہ شعر برطانوی پالیسی کے فہم و ادراک میں بھرپور مدد دیتا ہے

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا کیا اسیری ہے' کیا رہائی ہے

برصغیر کے تینوں سیاسی حصے' ہندستان' پاکستان اور بنگلہ دیش' آج زندگی کے یکساں مسائل میں گھرے ہوئے ہیں۔ اردو زبان' حقیقتاً برصغیر کی لسانیات کے ارتقا کی مظہر ہے لیکن کم نظری سے یہ ہر مقامی زبان کے مقابل رکھ کر دیکھی جانے لگی۔ فکر مغرب کے ساختہ اذہان' آج حقیقی قومی ورثے کی قدر و منزلت سے محروم ہو چکے ہیں۔ مادی ترقی اور خوشحالی کے افسانوی معیارات' آج انسان کو حیوانوں کی طرح چراگاہوں کی تلاش میں سرگرداں کیے ہوئے ہیں۔ ناکام حکومتوں نے تعلیم اور طبی اداروں کو کاروباری افراد کے حوالے کر دیا ہے۔ اس دور کے مدارس اور جامعات پر educational stores کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ تعلیم گاہوں میں داخلوں پر ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کرنے کے بعد' طلبہ کے سرپرستوں اور والدین کو یہ احساس فکرمند کیے رہتا ہے کہ ان کے بچے ڈالر' پونڈ اور دینار و درہم کے علاقوں میں جلد جا پہنچیں۔

آج کے تعلیمی رجحانات میں مصنوعات کی طرح ایکسپورٹ کوالٹی کا تصور عام ہو چکا ہے۔ اور پورا برصغیر انسانی وسائل کی منڈی میں تبدیل ہو چکا ہے۔ اس وقت پورے برصغیر کا نہ صرف معاشی بلکہ ثقافتی مستقبل تاریک ہے۔ جب اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ ان ملکوں سے سرمایہ دار ملکوں کو منتقل ہو جائیں گے تو غریب اور مزدور طبقہ کے ذریعے کسی ملک کو ثقافتی بلندی کس طرح نصیب ہو گی۔

مسلم سجاد نے پاکستان میں تعلیم کا جو حال زار لکھا ہے' اس میں صدر ایوب خاں' ذوالفقار علی بھٹو اور بے نظیر کی غلامانہ پالیسیاں کارفرما ہیں۔ پہلی جماعت سے لازمی انگریزی تعلیم کا آغاز' تمام دنیا کے ماہرین تعلیم کو حیرت میں ڈال دے گا۔ کسی بھی زرخرید لیڈر کے ذریعے کسی بھی قوم کی گردن میں غلامی کا پھندا ڈالا جا سکتا ہے اور آج امریکہ یہی کام مختلف ملکوں میں انجام دے رہا ہے۔ اس وقت مسئلہ صرف انگریزی ذریعہ تعلیم کا نہیں بلکہ نو آزاد ممالک میں مشرق و مغرب کی کشمکش کا ہے' زندگی کے ہر شعبے میں یہ کشمکش جاری ہے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ کسی ملک میں ایک مضبوط تعلیمی نظام کے لیے' ایک مستحکم سیاسی نظام ضروری ہے۔ (وحید الدین سلیم حیدر آبادی)